مولانا محمد جعفر پھلواروی

حافظ ابن عبد البرؒ

۳۶۸ھ ——— ۴۶۳ھ

ان کا نام یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم نَمَری ہے (نَمَر بن قاسط ایک مشہور قبیلہ ہے) کنیت ابو عمر ہے۔ قرطبہ (دار الحکومت اندلس) میں ۲۵ ربیع الثانی ۳۶۸ھ روز جمعہ کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد ماجد قرطبہ کے فقہاء و محدثین میں شمار ہوتے تھے، علمی گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے ابن عبد البر بھی آغاز شعور سے دینی علوم میں لگا دیے گئے لیکن ابھی تیرہ سال کے تھے کہ والد رحلت کر گئے اور یہ اکابر علما کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگے۔ ابو عمر مکوی۔ ابن الفرضیؒ۔ عبد الوارث بن سفیان۔ خلف بن قاسم۔ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن عبد المومن۔ سعید بن نصر۔ محمد بن ابراہیم بن سلیمان۔ احمد بن قاسم بن عبد الرحمان تاہرتی، احمد بن محمد بن احمد بن جسور اور ابو عمر الباجی وغیرہم اس دور کے وہ آئمہ فقہ و حدیث و تاریخ و مغازی و اخبار و انساب تھے، جن سے ابن عبد البر نے استفادۂ علمی کیا۔

پانچویں صدی ہجری کے آغاز ہی میں ابن عبد البر کا شمار قرطبہ کے اکابر علما میں ہونے لگا۔ لیکن یہ وہ دور تھا جب اموی حکومت میں انتشار و طوائف الملوکی کے فتنے نے زور پکڑ لیا تھا اور اندلس کے ہر بڑے شہر میں ایک الگ امارت قائم ہوگئی تھی اور خود قرطبہ بھی اس انتشار سے نہ بچ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قرطبہ کے اہل علم وہاں سے ہجرت کرنے لگے اور نئی امارتوں نے اس ہجرت میں ان کی حوصلہ افزائی کی کیونکہ ہر امارت کے لیے یہ چیز باعث فخر تھی کہ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ علما، شعرا اور اُدبا موجود ہوں۔ انہی ہجرت کرنے والوں میں ابو عمر بن عبد البر بھی ہیں، جو غربی اندلس کے شہر بطلیوس کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں کے امرا بنی افطس تھے۔ انھوں نے ابن عبد البر کی بڑی آؤ بھگت کی اور تھوڑے ہی دنوں بعد انھیں اشبونہ اور شنترین کا قاضی بنا دیا۔

یہ دو ایک بار شرقی اندلس بھی گئے اور بلنسیہ اور دانیہ میں فروکش ہوئے۔ یہاں مجاہد کے ہاتھ میں امارت کی باگ ڈور تھی۔ مجاہد خود قرآن و حدیث کا بڑا عالم تھا۔ علما کی بڑی خاطر کیا کرتا تھا اور اس فیاضی کی شہرت دور دور سے لوگوں کو کھینچ کرلے آتی تھی۔ ابن عبدالبر کے ایک فرزند تھے جو بڑے ادیب تھے اور بلیغ تحریریں لکھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ مجاہد نے ان کو اپنے دیوان خانوں کا افسر مقرر کر دیا۔ ان کے انتقال کے بعد دوسرے فرزند علی کو دیوان خانوں کا افسر اعلیٰ بنا دیا۔ علی ایک بار کوئی پیغام لے کر معتضد کے پاس گئے جو اشبیلیہ کا فرماں روا تھا۔ معتضد نے اچھی طرح پیش آنے کی بجائے علی کو قید میں ڈال دیا۔ ابن عبدالبر کو معلوم ہوا تو خود معتضد کے پاس پہنچ کر یہ اشعار پیش کیے ؎

قصدت الیک من مشرق لغرب ... لتبصر مقلتی ما حل سمعی

(میں شرق سے غرب کی طرف آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ جو کچھ میں نے سنا ہے اسے آنکھوں سے دیکھ لوں)

تعطفک المکارم نحو اصل ... دعاکم راغبا فی خیر فرع

(مکارم آپ کو اس اصل کی طرف متوجہ کرتے ہیں جو آپ سے بہترین فرع کی طرف توجہ کرنے کی درخواست کرتی ہے)

فان جدتم به من بعد عفو ... فلیس الفضل عندکم ببدع

(اگر اسے معاف کر کے آپ یہ نیکی کریں تو یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو آپ کے لیے کوئی نئی نہیں ہے)

معتضد نے فوراً علی کو رہا کر دیا اور وہ دانیہ واپس آ گئے جہاں ۴۵۸ھ میں دار فانی سے کوچ کر گئے۔ غالباً اسی سے متاثر ہو کر ابن عبدالبر دانیہ سے شاطبہ آ گئے اور ۴۶۳ھ میں دار البقا کو سدھار گئے جب کہ ان کی عمر پچانوے ۹۵ سال کی تھی۔

اس طویل عمر میں ابن عبدالبر اس طرح کئی صدموں سے دوچار ہوئے۔ اپنے فرزند کی طرح بہتیرے قابل قدر شاگردوں کی موت بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی یا کانوں سے سنی۔ انہی شاگردوں میں ایک ابن حزم ظاہری بھی ہیں جو اپنے استاد سے کوئی بیس سال چھوٹے تھے اور استاد سے سات سال پہلے رحلت کر گئے۔

حافظ ابن عبد البر ابتدا میں تو مذہب ظاہریہ کی قوت بازو بنے رہے۔ یعنی داؤد بن علی ظاہری اصبہانی کے متبعین میں تھے لیکن جلد ہی اپنے جمہور اساتذہ اور اہلِ وطن کی طرح مالکی مذہب کو اختیار کرلیا۔ ظاہریہ فقہ و تشریع میں رائے کو دخیل نہیں ہونے دیتے۔ تمام احکام کی بنیاد قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ پر رکھتے ہیں اور ابن حزم ان کے آئمہ میں ہیں، ابن حزم نے اپنے استاد ابن عبد البر کی طرح مالکی مذہب اختیار نہیں کیا بلکہ داؤد ظاہری ہی کے مسلک پر قائم رہے لیکن ابن عبد البر باوجود مالکی ہونے کے بڑے معتدل مزاج ہیں، ان میں تعصب نہیں۔ وہ حق کی تلاش میں رہتے ہیں، جہاں انھیں قوی دلائل سے کوئی بات مل جائے اسے بے چون و چرا مان لیتے ہیں، شافعی مذہب کی بہت سی باتوں کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں

ان کے سوانح بہت لوگوں نے لکھے ہیں اور سب نے ان کے علم اور روایت حدیث میں ان کی پختہ کاری کو تسلیم کیا ہے۔

حمیدی جو ان کے شاگرد بھی ہیں، لکھتے ہیں کہ یہ فقیہہ، حافظ مکثر (بکثرت روایت کرنے والے) عالم قراءات فقہی اختلاف کے واقف کار، علوم حدیث و رجال کے ماہر اور کثیر الشیوخ تھے۔

ابو الولید الباجی کہتے ہیں۔ اندلس میں ابن عبد البر جیسا کوئی محدث نہیں۔

ابن بشکوال لکھتے ہیں۔ یہ اپنے دور کے امام تھے تحصیل علم میں انھوں نے جو محنت شاقہ کی، اس کی وجہ سے وہ گزشتہ اندلسی علما پر بھی بازی لے گئے۔

ابن سعید حجاری کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔ علم شریعت اور روایت حدیث میں وہ اندلس کے امام ہیں اور ایسے حافظ حدیث ہیں جو سب پر سبقت لے گئے اور حد کمال پر فائز ہوئے۔ ان کے متعلق کچھ سننے کی بجائے ان کی یادگار تصانیف کو دیکھو۔

ان کی شہرۂ آفاق تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید۔ یہ کتاب فقہ و حدیث دونوں پر مشتمل ہے اس کے متعلق ابن حزم کی رائے ہے کہ فقہ الحدیث میں اس کے برابر کوئی کتاب نہیں تو اس سے بہتر کہاں ہو سکتی ہے؟

۲۔ اسی کتاب کا اختصار خود مؤلف نے کیا ہے جس کا نام ہے التقصی لما فی الموطا من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ الاستذکار فی شرح مذاہب علماء الامصار مما رسمہ الامام مالک فی الموطا من الرأی والاثار۔ یہ کتاب بھی فقہ وحدیث میں ہے اور دراصل موطا کی شرح اور تبویب ہے۔

۴۔ الکافی فی الفقہ علی مذہب اہل المدینہ۔ یہ مؤلف ہی کے قلم سے الاستذکار کا اختصار ہے۔

۵۔ اختلاف اصحاب مالک بن انس واختلاف روایاتہم عنہ۔ یہ کتاب بھی دراصل فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔

۶۔ البیان عن تلاوۃ القرآن

۷۔ التجوید والمدخل الی العلم بالتحدید

۸۔ الاکتفاء فی قراءۃ نافع وابی عمرو بن العلاء بتوجیہ ما اختلفا فیہ

ان تینوں کتابوں کا تعلق فن قراءات اور علوم قرآن سے ہے۔

۹ جامع بیان العلم وفضلہ وما ینبغی فی روایتہ وحملہ۔ یہ علم کے فضائل میں ہے

۱۰۔ الدرر فی اختصار المغازی والسیر۔ یہ کتاب آنحضور کی سیرت میں ہے اور مطبوعہ شکل میں میرے پاس موجود ہے۔

۱۱۔ الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ الفقہاء۔ یہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے مناقب میں ہے۔

۱۲۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ یہ کتاب ہزاروں صحابہ کرام کے احوال پر مشتمل ہے اور بہ ترتیب حروف تہجی ہے۔ یہ بڑی اہم کتاب ہے جس سے کوئی مورخ بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

۱۳۔ القصد والامم فی التعریف باصول انساب العرب والعجم۔ یہ انساب کی بڑی اہم کتاب ہے ان کے شاگرد ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب لکھی ہے جس میں صرف انساب عرب کی تفصیل ہے۔

۱۴ الانباہ علی قبائل الرواۃ۔ اس میں راویوں کے صحیح قبیلوں کی نشان دہی کی ہے۔

۱۵۔ بہجۃ المجالس وانس المجالس۔ یہ کتاب انھوں نے فرماں روائے بطلیوس یعنی افسطس کے فرزند مظفر کے لیے لکھی تھی جس میں وہ منتخب اشعار اور وہ نادر حکایات لکھی ہیں جن کا تعلق اخلاق عالیہ سے ہے۔

حافظ ابن عبد البر کو شعر و سخن سے بھی خاصا لگاؤ تھا۔ ان کے دو شعر سنیے ؎

مقالۃ ذی نصح وذات فوائد — اذا من ذوی الالباب کان استماعہا

علیکم باثار النبی فانہ — من افضل اعمال الرشاد اتباعہا

(جب تم اہل عقل سے کوئی اچھی اور مفید بات سنو تو آنحضورؐ کی احادیث پر پہلے نظر رکھو کیونکہ عملی ہدایت میں سب سے افضل اسی کی پیروی ہے۔)

ایک بار یہ حمص گئے تو وہاں کے لوگوں نے ان کے ساتھ کج خلقی کا برتاؤ کیا۔ اس پر انھوں نے یہ اشعار کہے۔ ؎

تنکّر من کنا نسر بقربہ — وعاد زعاقا بعد ما کان سلسلا

(ہم جس سے قریب رہنے میں خوشی محسوس کرتے تھے اس نے بے رخی برتی اور جو پانی شیریں تھا وہ کڑوا ہو گیا)

وحق لجار لم یوافقہ جارہ — ولا لاءمتہ الدار ان یتحولا

(جس کے ساتھ اس کے پڑوسی اور اہل محلہ موافقت نہ کریں اس کے لیے وہاں سے کھسک جانا ہی ٹھیک ہے)

بُلیت بحمص والمقام ببلدۃ — طویلا لعمری مخلق یورث البلا

(حمص میں مَیں مصیبت میں پھنسا اور ایسے شہر میں دیر تک قیام کرنا بخدا ایسی بات ہو گی جو مزید آزمائشوں میں ڈال دے)

اذا ھان حُرٌّ عند قوم اتاھم — ولم ینأ عنہم کان اعمی واجہلا

(اگر کوئی مرد آزاد کسی قوم کے پاس آکر ذلیل ہو اور وہاں سے ہٹ نہ جائے تو وہ اندھا اور سخت نادان ہے)

ولم تضرب الامثال الا لعالم — وما عوتب الانسان الا لیعقلا

(ضرب المثل اہل علم ہی کے لیے ہوتی ہے اور انسان پر ملامت اسی لیے ہوتی ہے کہ اسے عقل آجائے)

مزید تحقیق کے لیے دیکھیے۔ جذوۃ المقتبس (للحمیدی) طبع قاہرہ ص ۳۴۴۔ الصلۃ (لابن بشکوال) طبع قاہرہ ص ۶۱۶۔ بغیۃ الملتمس (للضبی) ص ۴۷۴۔ المطمح (للفتح بن الخاقان) ص ۶۱۔